شہید سلفیت

تحریر!
مولانا عبدالوہاب صاحب خلجی
ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث ہند

خالی ہیں جام وسبو تیرے بعد

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو رستگاری نہیں، اور وہ ہر متنفس کے لئے مقدر ہے۔ اس کے آہنی پنجہ سے نہ کوئی شاہ بچ سکا نہ کوئی فقیر، اس نے نہ کسی عالم وفاضل کو چھوڑا، اور نہ ہی متقی و پرہیزگار کو، اور موت ہی ہر انسان کا آخری انجام ہے۔

مگر بعض لوگوں کی موت صرف تنہا ان کی موت نہیں بلکہ ایک زمانے کی موت تصور کی جاتی ہے علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر کی موت صرف ایک زمانے کی نہیں بلکہ کئی زمانوں کی موت ہے اور پھر ایسی سعید وخوش بخت موت جس پر جس قدر بھی رشک کیا جائے کم ہے۔ ان کی موت سے دینی، دعوتی، تبلیغی، علمی، تحقیقی، فکری، سیاسی، سماجی، رفاہی، ملی اور قومی انجمن سونی ہوگئی۔ اور ساتھ ہی ساتھ موجودہ تحریک اہلِ حدیث کا ایک اہم باب ختم ہوگیا۔

علامہ نے اپنے تعلیمی میدان ہی سے عملی کردار شروع کر دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علم و فضل سے جس قدر مالامال کیا اور نوازا تھا آپ نے اپنی مختصر حیات مستعار میں اس کا حق ادا کر دیا۔

انہوں نے ایک طرف قرآن وحدیث کی دعوت وتبلیغ اور سلفی افکار ونظریات کی ترویج واشاعت شروع کی، تو دوسری طرف علم وتحقیق کا کام شروع کیا۔ ایک جانب جماعت اہلِ حدیث کی صفوں کی تنظیم وتعمیر کا بیڑا اٹھایا، دوسری جانب باطل وگمراہ کن جماعتوں کو للکارا۔ قلم اٹھایا تو باطل پرستوں اور گمراہ کن نظریات کے داعیوں کے ایوانوں میں زلزلے آگئے۔ شخصیت پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی، تقلیدی ذہن، قادیانیت، مرزائیت، بہائیت۔ بابیت، بریلویت، صوفیت اور شیعیت کے وہ پردے چاک کئے کہ باطل کے پروردہ انگشت بدنداں رہ گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے؟

آج سے کم وبیش تیرہ سال پہلے پاکستان کے عظیم ناقد وصحافی اور صفِ اوّل کے انشاء پرداز آغا شورش کاشمیری نے لکھا تھا۔

"علامہ احسان الٰہی ظہیر مدینہ یونیورسٹی سے فراغت پاکر لاہور آگئے تو جمعیۃ اہل حدیث نے اپنی

تاریخی مسجد چینیانوالی لاہور کی امامت آپ کے سپرد کی۔ علامہ صاحب ایک فاضل اجل نوجوان ہیں انہیں عربی میں مہارتِ تامہ حاصل ہے۔ آپ نے جماعت اہلِ حدیث کے ہفتہ وار اخبار کی ایڈیٹری کے فرائض انجام دینا شروع کئے۔ اس کے بعد اپنا ماہنامہ ترجمان الحدیث نکالا۔ اور اس سے بُری طرح قادیانیت کی خبر لی کہ اس کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ علامہ صاحب ایک شعلہ بیان خطیب ،معجز رقم ادیب ، بالغ نظر صحافی اور بہت سی زبانوں میں مہارتِ تامہ رکھنے کے باوجود دور رس نگاہ کے عالم متبحر ہیں۔

علامہ صاحب فنِ خطابت کی نزاکتوں سے کماحقہ، واقف ہیں اور ایک بلند پایہ خطیب ہیں۔"

(تحریکِ ختمِ نبوت ، از ؛ شورش کاشمیری ص۱۷۱ ، بحوالہ الاسلام لاہور)

یہ ہیں وہ الفاظ اس ناقد ومبصر دانشور اور صحافی کے جس کی نوکِ قلم سے بڑے بڑے خوفزدہ اور حراساں رہتے تھے۔

ان تمام خوبیوں کے باوصف علامہ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی بھی جگہ رواداری و مداہنت سے کام نہ لیتے تھے اور ہر بات ببانگِ دہل اپنے پلیٹ فارم سے کہتے اور تقریر و تحریر پر ہر جگہ اپنے سلفی عقیدہ اور اہل حدیث مسلک کی چھاپ بظاہر نظر آتی۔

مسلک کی سربلندی، عقیدے کی نشر و اشاعت، جماعت کی سرفروشی، کتاب وسنت کی بالادستی ان کا ہدفِ حیات تھا۔ اور اس مقصد کیلئے تاحیات جدوجہد کرتے رہے۔

اہلِ حدیث کا تعارف مسلک کی شناخت کے لئے موصوف نے اپنے آپ کو صرف جماعتی حلقوں مجلسوں اور کانفرنسوں تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کی حقانیت وصداقت کی وضاحت کے لئے ہر وسیلہ اختیار کر کے سیاسی جلسوں ، عالمی کانفرنسوں اور شاہی اور جمہوری ایوانوں میں پورے زور و شور سے ترجمانی اور اپنی آواز بلند کی جو صرف انہیں کی جرأت وجسارت کا حصہ تھا۔

سیاسی معاملات میں بھی انھوں نے اپنا دامن مسلک وجماعت سے چھوٹنے نہیں دیا۔ اور ہر خاص وعام اجتماع میں یہ صدا بلند کی کہ دنیا میں امن وسلامتی، خوش حالی وخوشحالی اور حفظ وامان کے لئے کتاب وسنت کی حکمرانی ضروری ہے۔ فقہیات اور مخصوص مسالک کی دوڑ اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور تحریری وتقریری قوتیں جس عظیم مقصد اور تاریخی مشن کے لئے صرف کیں اور اسی کی تکمیل کے لئے اپنے خون کا نذرانہ تک پیش کر دیا۔ جس نے مشہد بالاکوٹ کی یاد تازہ

کردی اور ثابت کر دیا کہ یہ تحریک زندہ وجاوداں ہے اسے نہ کوئی دبا سکا اور نہ دبا سکے گا۔ اسی تحریک کی ثابت قدم، جرأت مند اور حیرت انگیز تاریخ بیان کرتے ہوئے جب فردوس بریں کی جانب رواں ہوئے تو ان کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس شعر کے آخری الفاظ بے تیغ بھی .... زباں پر تھے کہ بس، ع

خاموش ہو گیا چمن بولتا ہوا

علامہ رخصت ہو گئے وہ ہزاروں نہیں لاکھوں کو سسکتا ہوا چھوڑ گئے۔ ان کی بے وقت موت نہ صرف برصغیر کی جماعت اہلِ حدیث کا زبردست نقصان ہوا بلکہ اس سے عالمی تحریک اہلِ حدیث کو غیر معمولی دھچکا لگا ہے اور پوری اسلامی دنیا ایک نڈر، بے باک داعی اسلام سے محروم ہو گئی ہے۔

چاندنی افسردہ ہے گل بے رنگ و بو، نغمے اداس
اک ترے جانے سے کیا بتلاؤں کیا کیا ہو گیا

بلاشبہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی زندگی امام احمد بن حنبل، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم الجوزیہ، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، شاہ اسماعیل شہید، مولانا ثناء اللہ امرتسری، سید داؤد غزنوی، امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ کی تحریک سلفیت کی آئینہ دار تھی۔ ان کی تقریروں کی گھن گرج اور قلم کی جولانیاں اسی سلسلۃ الذہب کی ایک مضبوط کڑی تھی جس سے عمل و حرکت اور جدوجہد کا زریں باب مانا جائیگا۔

جماعت و مسلک سے تعلق، لگاؤ اور دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ہمہ وقت کوشاں تھے کہ جماعت اہلِ حدیث کسی طرح بھی کسی سے پیچھے نہ رہے اور اس کے افراد میں احساس کمتری پیدا نہ ہو۔ یہ جماعت اپنی دعوت و مشن کے ساتھ ساتھ ظاہری محاسن سے بھی بہرہ ور ہو۔ اسی غرض سے آپ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے لاہور میں ستر لاکھ روپے میں وسیع وعریض اراضی خریدی تھی جس سے جدید ٹکنالوجی اور سائنسی ایجادات پر مشتمل ہر طرح کی سہولیات سے مہیا ایک عظیم الشان اہلِ حدیث مرکز کی تعمیر کا ارادہ تھا اور اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے بیس کروڑ روپے کی لاگت کا اندازہ تھا۔

جس مقصد کی تکمیل، جس مسلک کی سربلندی، جس نظام کی بالادستی، جس دعوت کی نشر واشاعت

جس مشن کے تحفظ کے لئے علامہ نے اپنی حیات مستعار وقف کی ــــ یہ آپ کی سعادت مندی اور خوش قسمتی تھی کہ آپ کا انجام بھی اس سرزمین میں ہوا جہاں سے اس مشن کا آغاز ہوا۔ جہاں اس مشن کے ہر دستۂ اوّل کے جانباز، رفقائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حافظین سنّت، مجاہدین سلفیت، اولیاء و اتقیاء، واصفیاء واذکیاء اور صلحاء اسی عقیدہ و مسلک اور دعوت کے شیدائی ڈمنو لئے خوابیدہ ہیں علامہ بھی انہیں کے پہلو میں جا سوئے۔ جس طرح دنیا میں مال و دولت، عزت و شہرت اور ہر قسم کی عیش کوشی سے سرفراز ہوئے اسی طرح ان کی آخری آرامگاہ جوارِ صحابہ کرام بنی ــــ

سب میر کو دیتے ہیں جگہ آنکھوں میں
اس خاک راہِ عشق کا اعزاز تو دیکھو

علامہ رخصت ہوئے، وہ اور ان کے رفقاء جامِ شہادت نوش کر گئے۔ مگر ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو خالص مذہبی "سیرت النبی کانفرنس" کے موقع پر آگ وخون کی جو ہولی کھیلی گئی اور جس بربریت و وحشی پن کا مظاہرہ ہوا، جن ضمیر فروشوں چنگیزی ذہنوں کے ایجنٹوں اور دعوتِ دین کے دشمنوں نے جس بزدلی اور بے غیرتی کا مظاہرہ کیا ہے وہ خود ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

یہ کون ہیں؟ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ ان کا مقصد وارادہ کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟

اگرچہ یہ المناک واقعہ بذاتِ خود حکومتِ پاکستان کے لئے عار کا باعث ہے اور اسلام کے نام پر بدنما داغ ہے مگر یہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان بزدلوں چنگیزوں، سفاکوں اور قاتلوں کا پتہ لگائے اور پہلی فرصت میں گرفتار کر کے ان کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ تاکہ آئندہ کسی کو ایسی حرکت بزدلانہ کی جرأت نہ ہو۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر اور رفقائے کرام مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، مولانا عبدالخالق قدوسی، محمد خان نجیب کی شہادت سے پوری دنیا میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ وقت کی تنگ دامنی اور جریدہ کے صفحات کی قلت کے پیشِ نظر ہم صرف ان تمام حضرات کی دینی، مسلکی، علمی اور دعوتی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بارالہ العالمین میں دست بدعا ہیں کہ وہ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی لغزشوں کو نیکیوں سے بدل کر فردوس بریں میں ان کا ٹھکانہ بنائے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین